حافظ زبیر علی زئی

شیعیت کا مقدمہ اور جھوٹی روایات

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين و رضي الله عن أصحابه أجمعين و رحمة الله على من تبعهم بإحسان : السلف الصالحين ، أما بعد:

سیدنا امام النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہو یا صحابی کا اثر، سلف صالحین کی روایات ہوں یا کسی عالم وغیرہ کا منقول قول و فعل، اہل سنت کے نزدیک ہر روایت و منقول کے لئے صحیح و حسن یعنی مقبول متصل سند کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ مشہور ثقہ امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا:

" الإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء . "

سندیں دین میں سے ہیں اور اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو آدمی جو چاہتا وہ کہہ دیتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲ ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا: " لا تنظروا إلى الحديث ولكن انظروا إلى الإسناد فإن صح الإسناد و إلا فلا تغترّ بالحديث إذا لم يصح الإسناد . " حدیث نہ دیکھو بلکہ سند دیکھو، پھر اگر سند صحیح ہو تو (ٹھیک ہے) اگر سند صحیح نہ ہو تو دھوکے میں نہ آنا۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۲/۱۰۲ ح ۱۳۰۱، وسندہ صحیح)

ضعیف و مردود اور بے سند روایات کا ہونا اور نہ ہونا ایک برابر ہے، جیسا کہ حافظ ابن حبان نے فرمایا: " لأن ماروى الضعيف و ما لم يرو : في الحكم سيان "

کیونکہ جو ضعیف روایت بیان کرے اور جس کی روایت ہی نہ ہو: دونوں حکم میں برابر ہیں۔

(المجروحین لابن حبان ج ۱ ص ۳۲۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۱۲ ترجمہ سعید بن زیاد)

اہلِ سنت کے نزدیک قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا مقام ہے اور صحیحین

کی تمام مسند متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں، کیونکہ انھیں اُمت کی طرف سے متفقہ تلقی بالقبول حاصل ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (۱/۱۲۴۔ ۱۲۸، نوع اول) اور مقدمہ ابن الصلاح (مع التقیید والایضاح ص ۴۱۔ ۴۲، دوسرا نسخہ ص ۹۷ نوع اول)

صحیحین کے علاوہ ہر کتاب کی صرف وہی روایت اور حوالہ مقبول ہے، جس میں تین شرطیں ہوں:

۱: صاحبِ کتاب ثقہ وصدوق عند جمہور المحدثین ہو۔

۲: کتابِ مذکور اپنے مصنف یعنی صاحبِ کتاب سے ثابت ومشہور ہو۔

۳: صاحبِ کتاب سے آخری راوی یا قائل وفاعل تک سند متصل ومقبول (صحیح یا حسن) ہو۔

اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو حوالہ بے کار ہے اور روایتِ مذکورہ ناقابلِ اعتماد و مردود ہے۔

اہلِ سنت کی اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی معتبر کتابیں مشہور ومعروف ہیں اور ان کے بغیر کسی کتاب مثلاً مسند احمد، سنن ترمذی، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کی روایات سے استدلال غلط ہے اور اُصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے سرے سے مردود ہے۔

اس تمہید کے بعد حسین الامینی صاحب (ایک شیعہ) کی کتاب: ''مشیعیت کا مقدمہ'' سے دس (۱۰) جھوٹی اور مردود روایات پیشِ خدمت ہیں، جن سے امینی مذکور نے اہلِ سنت کی بعض کتابوں کے حوالے دے کر استدلال کیا ہے، حالانکہ مذکورہ کتابوں کے مصنفین نے اپنی ان کتابوں میں روایات کے صحیح ہونے کا التزام نہیں کیا اور نہ اصولِ حدیث واسماء الرجال کی رُو سے یہ روایتیں صحیح یا حسن ہیں، بلکہ اس کے برعکس موضوع، باطل اور مردود ہیں۔

۱) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس موجود تھے، پھر علی (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

" والذي نفسي بيده! إن هذا و شيعته هم الفائزون يوم القيامة ..."

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک یہ (علی رضی اللہ عنہ) اور اُن کے شیعہ قیامت کے دن (جنت کے رفیع درجوں پر) فائز ہوں گے۔ الخ (شیعیت کا مقدمہ ص ۵۰۔۵۱)

اس روایت کو امینی صاحب نے اپنے مخصوص ترجمے کے ساتھ کسی عبیداللہ امرتسری (؟) کی کتاب: ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب سے، بحوالہ ابن عساکر، خوارزمی اور سیوطی (دُرِ منثور) نقل کیا ہے۔

سیوطی کی درمنثور میں یہ روایت، بحوالہ ابن عساکر مذکور ہے۔ (ج ۶ ص ۳۷۹، آخر سورۃ البینۃ)

خوارزمی سے مراد اگر موفق بن احمد بن محمد بن سعید المکی خطیب خوارزم ہے تو یہ شخص معتزلی تھا۔ دیکھئے مناقب ابی حنیفہ للکردری (ج ۱ ص ۸۸)

خوارزمی مذکور کی توثیق ثابت نہیں اور نہ اس کی کتاب کا کوئی اتا پتا ملا ہے اور علمائے کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ اس کی کتاب (فضائل علی رضی اللہ عنہ) میں (بہت زیادہ) موضوع روایات ہیں۔

دیکھئے منہاج السنۃ للحافظ ابن تیمیہ (۱۰/۳) اور المنتقیٰ من منہاج السنۃ للذہبی (ص ۳۱۲)

معلوم ہوا کہ خوارزمی کا بے سند حوالہ پیش کرنا بے کار و مردود ہے اور اُصولِ اہلِ سنت کے سراسر خلاف ہے۔

حافظ ابن عساکر کی کتاب: تاریخ دمشق (ج ۴۵ ص ۲۴۳) میں یہ روایت سند سے موجود ہے، لیکن کئی وجہ سے موضوع ہے:

۱: اس کا راوی ابو العباس ابن عقدہ چور تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۰۹ وسندہ صحیح)

ابن عقدہ کی توثیق کسی محدث سے ثابت نہیں اور امام دارقطنی نے فرمایا: وہ گندا آدمی تھا۔

(تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۲ وسندہ صحیح، لسان المیزان ج ۱ ص ۲۶۴ ت ۸۱۷)

ایسے راوی کی روایت مردود اور موضوع ہوتی ہے۔

۲: ابن عقدہ رافضی کا استاد محمد بن احمد بن الحسن القطوانی نامعلوم (مجہول) ہے۔

۳: قطوانی کا استاد ابراہیم بن انس الانصاری نامعلوم ہے۔

۴: انصاری کا استاد ابراہیم بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن مسلمہ نامعلوم ہے۔
مجہول راوی کی روایت موضوع ہونے کے لئے دیکھئے : حافظ ذہبی کی تلخیص المستدرک (۲/۳ ۶۰ ح ۴۳۹۹)
خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ روایتِ مذکورہ موضوع ہے، لہٰذا بغیر جرح کے اس کا بیان کرنا حلال نہیں ہے۔

۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "هو أنت و شيعتك يوم القيامة راضين مرضيين " وہ لوگ تم اور تمھارے شیعہ ہیں۔ قیامت کے روز خوش اور خوشنود کیے گئے۔
(شیعیت کا مقدمہ ص ۵۱ بحوالہ ابن مردویہ، ابو نعیم فی الحلیہ ، الدیلمی فی فردوس الاخبار اور السیوطی فی الدر المنثور)
در منثور (۶/ ۳۷۹) میں یہ روایت بحوالہ ابن عدی مذکور ہے۔
ابن مردویہ کی کتاب نامعلوم یعنی مفقود ہے، نیز یہ روایت الکامل لابن عدی، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اور الفردوس للدیلمی تینوں کتابوں میں نہیں ملی، لہٰذا یہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود اور باطل ہے۔
حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا: " هو كذب موضوع باتفاق أهل المعرفة بالمنقولات" روایات کے ماہرین کا اتفاق (اجماع) ہے کہ یہ روایت جھوٹی من گھڑت ہے۔
(منہاج السنۃ النبویہ ج ۳ ص ۷۰)
حافظ ذہبی نے فرمایا: " و إن كنا جازمين بوضعه " اور اگرچہ ہم بطورِ جزم اسے موضوع (جھوٹی من گھڑت روایت) سمجھتے ہیں۔ (المنتقیٰ من منہاج السنۃ ص ۴۵۸)
خلاصہ یہ کہ اہلِ سنت کے نزدیک یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے، لہٰذا ابن عدی، ابن مردویہ یا کسی امرتسری کا نام لے کر اسے عوام کے سامنے بیان کرنا حرام ہے۔

۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: " ألم تسمع قول الله تعالىٰ : ان الذين آمنوا و عملوا

الصّٰلحٰت اولٰئك هم خیر البریة ؟ أنت و شیعتك و موعدكم الحوض ... "
یا علی! کیا تو نے اللہ کے فرمان کو نہیں سنا کہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سب سے بہترین مخلوق ہیں۔ وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔" (شیعیت کا مقدمہ ص ۵۲ بحوالہ ابن مردویہ، خوارزمی و در منثور)

ابن مردویہ کی کتاب مفقود ہے اور در منثور (۳۷۹/۶) میں یہ روایت بحوالہ ابن مردویہ مذکور ہے، لہٰذا اس کی سند نامعلوم ہے۔

خوارزمی کے بارے میں دیکھئے حدیث سابق: ۱

خلاصہ یہ کہ یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے موضوع و مردود ہے۔

۴) سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف منسوب روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: " أبشر یا علي! أنت و شیعتك في الجنة "

یا علی! خوش ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔

(شیعیت کا مقدمہ ص ۵۲ بحوالہ فخر الاسلام نجم الدین ابوبکر بن محمد بن حسنین السمنانی المربدی فی مناقب صحابہ)

نجم الدین سمنانی مربدی کا کوئی اتا پتا معلوم نہیں اور اگر یہ واقعی کوئی قابلِ ذکر شخص تھا تو پھر اس سے لے کر سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) تک سند نامعلوم ہے، لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

امینی صاحب نے یہ چار موضوع روایات پیش کر کے لکھا ہے:

" مزید تفصیل دیکھنے کے خواہشمند ارجح المطالب ص ۶۵۷ تا ص ۶۵۹ طبع قدیم کی طرف رجوع کریں۔" (شیعیت کا مقدمہ ص ۵۲)

عرض ہے کہ کیا یہ چار موضوع اور جھوٹی روایتیں تھوڑی ہیں کہ لوگ عبید اللہ امرتسری (؟) کی ناقابلِ اعتماد اور خزینۂ موضوعات کتاب: ارجح المطالب کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کیے جا رہے ہیں؟

ایسی کتاب کی طرف رجوع کرنے کا کیا فائدہ؟ کہ آپ نے جس کی طرف خوب رجوع کر کے اس میں سے چار جھوٹی روایات کی شکل میں جو "مکھن" نکالا ہے، علمی میدان

اور اہلِ سنت کے اصول پر اس کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔
ہم آپ کو اور تمام مسلمانوں کو وصیت اور نصیحت کرتے ہیں کہ حق دیکھنے کے خواہشمندوں کو چاہئے کہ قرآن مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرف رجوع کریں، اور ان شاء اللہ اس میں آپ لوگوں کا بہت فائدہ ہوگا، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال رہے۔
دوسری تمام کتابوں کی اسانید ومتون کی اصولِ حدیث اور علم اسماء الرجال کی رُو سے تحقیق کرنے اور ثبوت کے بعد ہی اُن سے استدلال جائز ہے۔
۵) امینی صاحب نے کسی عبدالحسین (؟!) شرف الدین موسوی (شیعہ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''پیغمبر اکرمؐ نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ... یہ علیؓ نیکوکاروں کے امام اور فاجروں کو قتل کرنے والے ہیں۔ جس نے ان کی مدد کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان کی مدد سے منہ موڑا اس کی بھی مدد نہ کی جائے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک ج ۳ ص ۱۲۹ پر حضرت جابرؓ سے روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن بخاری اور مسلم نے اسے درج نہیں کیا۔'' (شیعیت کا مقدمہ ص ۵۶۔۵۷)
عرض ہے کہ مستدرک کی تلخیص میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
'' بل واللّٰہ موضوع، و أحمد کذاب... '' بلکہ اللہ کی قسم! (یہ روایت) موضوع ہے اور احمد (بن عبداللہ بن یزید الحرانی) کذاب ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۲۹ ح ۴۶۴۴)
کیا امینی صاحب کو یہ جرح نظر نہیں آئی یا پھر دال میں کالا ہی کالا ہے۔؟!
ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن یزید المؤدب کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا:
'' کان بسُرّ من رای یضع الحدیث '' وہ سر من رأی (عراق کا ایک مقام) میں حدیث گھڑتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۱۹۵، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۱۶)
امام دارقطنی نے فرمایا: وہ عبدالرزاق وغیرہ سے منکر حدیثیں بیان کرتا تھا، اس کی حدیث ترک کردی جائے۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۰ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے الضعفاء والمتروکون للدارقطنی (ص ۱۲۸، ترجمہ ۶۸)
امام ابن عدی، امام دارقطنی اور حافظ ذہبی کی شدید جرح کے بعد یہاں حاکم کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۶) امینی صاحب نے ایک اور روایت بھی لکھی ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا: "أنت تبين لأمتي ما اختلفوا فيه من بعدي" میرے بعد میری اُمت اختلافات میں مبتلا ہوگی تو تم ہی راہ حق واضح کروگے۔ "اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک ج ۳ ص ۱۲۲ پر درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے بنائے ہوئے معیار پر صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اس کا ذکر نہیں کیا نیز دیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے جیسا کہ کنز العمال ج ۷ ص ۱۵۶ پر مذکور ہے۔"
(شیعیت کا مقدمہ ص ۵۷ حاشیہ)

عرض ہے کہ مستدرک کی اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے:
" **بل هو فيما اعتقده من وضع ضرار ، قال ابن معين : كذاب** " بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسے ضرار (بن صرد) نے بنایا ہے، ابن معین نے (اس کے بارے میں) فرمایا: جھوٹا ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۲۲ ح ۴۶۲۰)

ابو نعیم ضرار بن صرد الکوفی پر امام بخاری اور جمہور محدثین نے جرح کی ہے اور امام ابن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: کوفہ میں دو کذاب (جھوٹے) ہیں: ابو نعیم النخعی اور ابو نعیم ضرار بن صرد۔
(کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۴۶۵ وسندہ صحیح)

ضرار بن صرد کی اس روایت کو اس کی منکر روایتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کا یہ معیار ہرگز نہیں ہے کہ وہ کذاب راویوں کی روایات سے استدلال کریں، لہٰذا یہاں حاکم کی غلطیوں سے استدلال کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟

تنبیہ: سیوطی کی بیان کردہ (کنز العمال ۱۱/ ۶۱۵ ح ۳۲۹۸۳) دیلمی والی روایت بھی ابو نعیم ضرار بن صرد ہی سے ہے۔ دیکھئے مسند الفردوس (مخطوط مصورج ۳ ص ۲/۱۳۵)

۷) امینی صاحب نے بحوالہ تاریخ طبری (اردو ج ا ص ۸۹) ایک روایت لکھی ہے کہ نبی ﷺ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام بنو ہاشم کے سامنے اعلان فرمایا:
" إن هذا أخي و وصي و خليفتي فيكم فاسمعوا له و أطيعوا " یہ میرا بھائی میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کی بات سنو اور جو کہے اسے بجالاؤ۔

(شیعیت کا مقدمہ ص ۱۶۳،۱۶۴)

تاریخ ابن جریر الطبری کے ہمارے اصل عربی نسخے میں یہ روایت جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ پر ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عبدالغفار بن القاسم ابو مریم الانصاری (رافضی) ہے، جس کے بارے میں امام ابوداود الطیالسی نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو مریم کذاب ہے، کیونکہ میں نے اس سے ملاقات کی ہے اور اس سے (احادیث کا) سماع کیا ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۰،۱۰۱، وسندہ حسن)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: " و عامة حديثه بواطيل " اس کی عام حدیثیں باطل ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۵۳ وسندہ صحیح)

اس سند میں محمد بن حمید الرازی بھی سخت مجروح اور محمد بن اسحاق بن یسار مدلس ہیں، لیکن یہ روایت عبدالغفار بن القاسم کی وجہ سے موضوع ہے۔

۸) امینی صاحب نے لکھا ہے: "ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق غدیر خم کے روز جناب رسالت مآب ﷺ نے لوگوں کو بلا کر درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا۔ وہاں سے کانٹوں کو جھاڑو سے دور کیا گیا۔ پھر آپ نے علی کو بلوا کر ان کے دونوں بازو پکڑ کر اٹھائے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے حضرت کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔ پھر ابھی لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ " آج کے روز میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کیا ہے اور میں نے اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا ہے۔ پس رسالت مآب نے فرمایا: اللہ اکبر دین کے کامل ہو جانے اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور علی کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر۔"

(شیعیت کا مقدمہ ص ۱۷۱، بحوالہ ارجح المطالب ص ۸۰، أبو نعیم و أبو بکر مردویه عنه و عن أبي هریرة، و السیوطی فی الدر المنثور و الدیلمی (صح) و أبو نعیم فیما نزل من القرآن في علي)

عرض ہے کہ اس روایت کی کوئی سند اہلِ سنت کی کتابوں میں موجود نہیں ہے اور نہ ابونعیم وابن مردویہ کی روایتوں کی اسانید کا علم ہو سکا ہے۔ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درمنثور (۳۹۸/۲) میں بھی نہیں ملی اور نہ دیلمی کی سند کا نام ونشان ملا ہے، لہٰذا یہ بے سند روایت موضوع ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدیوں پہلے اس روایت کی سند پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ دیکھئے منہاج السنۃ النبویہ (ج۴ ص۱۵)

حافظ ذہبی نے اسے موضوع قرار دیا۔ دیکھئے المنتقیٰ من منہاج السنۃ (ص ۴۲۵)

امینی صاحب اوراُن کے ساتھیوں سے درخواست ہے کہ ہمت اور کوشش کر کے کہیں سے اس روایت کی سند پیش کریں تاکہ راویوں کی تحقیق کی جا سکے اور اگر سند پیش نہ کر سکیں تو پھر اس بے سند موضوع روایت کو عوام الناس کے سامنے کیوں پیش کر رہے ہیں؟

اگر شیعہ کی کتابوں، مثلاً اصول کافی سے ہم کوئی ضعیف ومردود روایت پیش کر دیں تو کیا شیعہ اسے تسلیم کر لیں گے؟

فی الحال اُصول کافی کی دو روایتیں پڑھ لیں:

۱: ابوعبداللہ علیہ السلام (شیعہ کے نزدیک معصوم امام) سے روایت ہے کہ " إن العلماء ورثة الأنبیاء و ذاك أن الأنبیاء لم یورثوا درهمًا و لا دینارًا ... "

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، یہ اس لئے کہ انبیاء نے درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑی... الخ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۲ باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء ح ۲)

اس کے راوی ابوالبختری وہب بن وہب کے بارے میں مامقانی (شیعہ) نے لکھا ہے: " في غایة الضعف " یعنی بہت زیادہ ضعیف۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال ج ۳ ص ۲۶۱، راوی نمبر ۱۲۷۰۹)

کیا خیال ہے شیعہ اصول کی رُو سے اس سخت ضعیف روایت کو شیعہ کے خلاف پیش

کرنا جائز ہے؟

۲: اصول کافی کی ایک روایت (عن أبي عبد الله عليه السلام) کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے لئے دودھ نہیں تھا پھر آپ کو ابو طالب نے اپنی پستانوں پر ڈال دیا تو اللہ نے ان میں دودھ اُتار دیا، پھر آپ (ﷺ) اُس سے کئی دن تک دودھ پیتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ کو حلیمہ سعدیہ سے ملاقات کر کے اُن کے حوالے کر دیا۔

(الاصول من الکافی ج ۱ ص ۴۴۸ کتاب الحجۃ ابواب التاریخ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ووفاتہ ح ۲۷)

اس کے راوی علی بن ابی حمزہ سالم البطائنی کے بارے میں اُصول کافی کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے: "كذاب متهم ملعون روى الكشي في ذمه أخباراً كثيرة"

کذاب متہم ملعون، کشی نے اس کی مذمت میں بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ (ص ۴۴۸)

ماممقانی نے کہا: "قوي يؤخذ بخبره مالم يعارض الخبر الصحيح"

وہ قوی ہے، اس کی خبر جب صحیح خبر کے معارض نہ ہو تو اُسے لیا جاتا ہے یعنی قبول کیا جاتا ہے۔ (تنقیح المقال ج ۱ ص ۱۰۵، ت ۸۱۱۱)

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی فریق بھی کسی کے خلاف ایسی روایت ہرگز پیش نہ کرے جو اُس کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

یہاں پر بطورِ خیر خواہی اور اصلاح عرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک قوم میرے ساتھ محبت کرے گی حتیٰ کہ وہ میری محبت (میں غلو) کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگی اور ایک قوم میرے ساتھ بغض رکھے گی حتیٰ کہ وہ میرے بغض کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگی۔

(فضائل الصحابہ للامام احمد ۲/۵۶۵ ح ۹۵۲ وسندہ صحیح، کتاب السنہ لابن ابی عاصم: ۹۸۳ وسندہ صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: "يهلك في رجلان : مفرط غالٍ و مبغض قالٍ"

میرے بارے میں دو قسم کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے: افراط کرنے والا غالی اور بغض رکھنے والا حجت باز۔ (فضائل الصحابہ ۲/۵۷۱ ح ۹۶۴ وسندہ حسن لذاتہ)

ان بیانات میں امیرالمومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شیعہ اور خوارج ونواصب کی ہلاکت کی خبر دی ہے اور چونکہ ان روایتوں کا تعلق غیب سے ہے، لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہیں۔
دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو عدد ۳۴ ص ۱۵۔۱۶

۹) امینی صاحب نے وحید الزمان حیدرآبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی دونوں سے ایک حدیث نقل کی کہ "جو شخص مرجائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے، اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی" (شیعیت کا مقدمہ ص ۱۹۰۔۱۹۱، واللفظ للاول)
وحید الزمان نے کہا: "اگرچہ یہ حدیث اہلسنت کے عقائد کی کتابوں میں اس لفظ سے مذکور ہے، مگر حدیث کی کتابوں میں مجھے اس لفظ سے نہیں ملی۔"
امینی صاحب لکھتے ہیں: "اس سے اس حدیث پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔"
(شیعیت کا مقدمہ ص ۱۹۱)
عرض ہے کہ کیوں اثر نہیں پڑتا؟ کیا بے سند روایت مردود نہیں ہوتی؟ کیا شیعہ کے خلاف بھی بے سند روایتیں پیش کرنا جائز ہے؟ یاد رہے کہ یہاں عقائد کی کتابوں سے مراد بعض متاخرین اہل بدعت کی غیر مستند اور بے سند کتابیں ہیں جنھیں اہل سنت کے عقائد کی کتابیں قرار دینا غلط ہے۔
روایت مذکورہ کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:
" بل واللّٰہ ما قالہ الرسول ﷺ ھکذا " بلکہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نہیں فرمایا ہے۔ (المنتقی من منہاج السنۃ ص ۲۸)
حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کی سند کا مطالبہ کیا تھا۔ (دیکھئے منہاج السنۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۶)
مگر آج تک کوئی شیعہ یا غیر شیعہ اس کی سند پیش نہیں کرسکا اور یہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ روایت مذکورہ موضوع ہے۔

۱۰) امینی صاحب نے عبدالحی لکھنوی صاحب سے نقل کیا ہے کہ " عن معاذ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان إذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ معاً أذنیہ فاذا کبر

ارسلهما (رواه الطبراني) جناب معاذ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر بلند کرتے اور پھر انہیں کھلا چھوڑ دیتے۔" (فتاوی شیخ عبدالحی لکھنوی ج ۱ ص ۳۲۶ طبع اول، شیعیت کا مقدمہ ص ۲۳۶-۲۳۷)

عرض ہے کہ یہ روایت طبرانی کی المعجم الکبیر (ج ۲۰ ص ۷۴ ح ۱۳۹) میں خصیب بن جحدر کی سند سے موجود ہے اور اس روایت کے بارے میں حافظ ہیثمی نے کہا:

"رواه الطبراني في الكبير وفيه الخصيب بن جحدر وهو كذاب"

اسے طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا اور اس میں خصیب بن جحدر (راوی) ہے اور وہ کذاب (جھوٹا) ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۲)

خصیب بن جحدر کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا۔

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳۳۲۷)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "الخصيب بن جحدر كذاب"

(کتاب الجرح والتعدیل ۳/۳۹۷ وسندہ صحیح)

تفصیل کے لئے اسماء الرجال کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

مختصر یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

امینی صاحب کی کتاب "شیعیت کا مقدمہ" سے یہ دس جھوٹی اور من گھڑت روایتیں بطور نمونہ پیش کی ہیں، تاکہ اہل سنت کی آنکھیں کھل جائیں کہ اُن کے ساتھ کس کس طرح کے فراڈ کئے جا رہے ہیں اور قرآن و حدیث کا نام لے کر انھیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کیا کیا جتن کئے جا رہے ہیں۔

یہ قطعاً کافی نہیں ہوتا کہ عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے یا عبیداللہ امرتسری نے لکھا ہے، طبرانی نے روایت کیا ہے یا امام ترمذی نے روایت کیا ہے، یہ مسند احمد میں درج ہے یا تاریخ دمشق لابن عساکر میں درج ہے، وغیرہ وغیرہ، بلکہ ہر روایت اور ہر حوالے کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے اور ایسا کام صحیح تحقیق کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

امینی صاحب نے کتاب مذکور میں بہت سی ضعیف و مردود روایات بھی لکھی ہیں اور کئی غیر ثابت اور موضوع کتابوں سے بھی استدلال کیا ہے، مثلاً نہج البلاغہ کے نام سے جو کتاب پیش کی جاتی ہے، اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہیں لکھا بلکہ ان کی شہادت کے صدیوں بعد بغیر کسی سند کے شریف رضی نامی آدمی نے لکھا ہے، لہٰذا یہ ساری کتاب قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال للذہبی (۱۲۴/۳) سیر اعلام النبلاء (۵۸۹/۱۷۔۵۹۰)
لسان المیزان (۲۲۳/۴) اور کتب حذر منھا العلماء (ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۷)

امینی صاحب نے شیعہ کتابوں مثلاً اصولِ کافی وغیرہ کے حوالوں میں بھی کسی تحقیق سے کام نہیں لیا، بلکہ شیعہ کے نزدیک بھی ضعیف و مجہول روایتیں لکھ کر اپنی کتاب کے صفحات بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

۱: امینی صاحب نے کہا: ''امام جعفر صادقؒ بڑے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

من خالف كتاب الله و سنة محمدٍ فقد كفر ''

جس نے کتاب خدا اور سنت محمدؐ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔ (۱۷) ''

(شیعیت کا مقدمہ ص ۲۱۳ بحوالہ الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۱ ص ۱۰۵، ج ۱ ص ۱۲۳)

روایتِ مذکورہ الکافی کے عربی نسخے میں صفحہ ۷۰ پر ہے اور اس کا بنیادی راوی ''**بعض اصحابه**'' یعنی ابن ابی عمیر کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے جو کہ مجہول ہے، لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

دوسری روایت: **'' ومن ترك كتاب الله و قول نبيه كفر ''** (الکافی ۵۶/۱ ح ۱۰)

اس میں محمد بن ابی عبداللہ یعنی محمد بن جعفر بن عون الاسدی ہے جو کہ مجبرہ اور مشبہہ فرقوں میں سے تھا اور یونس بن عبدالاعلیٰ سے اُس کا یہ روایت سننا ثابت نہیں ہے بلکہ مامقانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی مرسل روایتیں حجت نہیں ہیں۔

(دیکھئے تنقیح المقال ج ۲ ص ۹۵ ت ۱۰۵۰۳)

یاد رہے کہ الفاظِ متن کا صحیح المعنی ہونا اس کی دلیل نہیں کہ قائل مذکور نے ضرور یہ الفاظ

کہے تھے یا کہے ہوں گے۔

۲: امینی صاحب نے لکھا ہے:

''اصول کافی میں ایک باب ہے جس میں امام کی صفات کا بیان ہے اس میں امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: الامام یحل حلال اللّٰہ و یحرم حرام اللّٰہ یعنی امام حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو(۲۰)''

(شیعیت کا مقدمہ ص ۲۱۱ بحوالہ الشافی ترجمہ اصول کافی ج ۲ ص ۶۱)

ہمارے نسخہ (مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، بازار سلطانی) میں ج ۱ کے صفحہ ۲۰۰ پر یہ روایت موجود ہے اور اس کا راوی ابو محمد القاسم بن العلاء مہمل (جس میں جرح و تعدیل نہ ہو یعنی مجہول الحال) ہے۔ دیکھئے تنقیح المقال (ج ۱ ص ۱۲۳ ت ۶۵۹۰)

قاسم بن العلاء سے عبدالعزیز بن مسلم تک سند بھی نامعلوم ہے۔

مختصر یہ کہ یہ دونوں روایتیں شیعہ اصول کی رُو سے بھی ضعیف ہیں، لہٰذا امینی صاحب نے انھیں پیش کر کے اہلِ سنت اور شیعہ دونوں گروہوں کو دھوکا دیا ہے۔

امینی صاحب نے ثابت شدہ اور ناقابل تردید حقیقتوں کا بھی انکار کیا ہے، مثلاً عبداللہ بن سبا یہودی کا وجود اہلِ سنت اور شیعہ دونوں کی کتابوں میں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کا ثبوت صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے۔

امینی صاحب نے لکھا ہے:

''عبداللہ بن سبا کی فرضی شخصیت اور شیعوں کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈا''

(شیعیت کا مقدمہ ص ۹۶)

حالانکہ عبداللہ بن سبا کی شخصیت فرضی نہیں بلکہ وہ تاریخ کا حقیقی کردار تھا اور یہ شیعوں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا نہیں بلکہ حق اور سچ کا اظہار ہے، لہٰذا اُسے تاریخی غلط فہمی قرار دینا غلط ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کو کالا خبیث کہا۔ (التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ: ۱۳۹۸، وسندہ صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام یعنی فتاویٰ علمیہ (ج ۱ص ۱۵۳۔۱۵۹)
امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ نے فرمایا: عبداللہ بن سبا پر اللہ لعنت کرے، اُس نے امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) کے بارے میں رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ الخ
(رجال کشی ص ۱۰۷، روایت نمبر ۱۷۱، وسندہ صحیح عند الشیعہ)
ہشام بن سالم، کشی اور ابو محمد حسن بن موسیٰ النوبختی وغیرہم نے اس کا ذکر کیا ہے، بلکہ مامقانی نے کہا: عبداللہ بن سبا ملعون ہے، اسے علی علیہ السلام نے جلا دیا تھا۔
(تنقیح المقال ج ۱ص ۱۸۹ راوی نمبر ۶۸۷۰)
امینی صاحب کی "خدمت" میں عرض ہے کہ اس قطعی الثبوت حقیقت کا انکار ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری وغیرہ گمراہوں نے شر القرون میں کیا ہے اور اس انکار کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
آخر میں اہلِ سنت بھائیوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ ضعیف اور مردود روایات کو کلیتاً چھوڑ دیں بلکہ صحیح اور ثابت روایات کو اپنا منہج اور نصب العین بنائیں۔ اگر آپ نے یہ منہج اختیار کر لیا تو یاد رکھیں کہ آپ کے مقابلے میں تمام فرقے مثلاً خوارج، شیعہ، جہمیہ، مرجیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، نواصب اور منکرین حدیث وغیرہ ہمیشہ ناکام رہیں گے۔ ان شاء اللہ
ہر کتاب کو اُٹھا کر آنکھیں بند کر کے صاحبِ کتاب کے پیچھے نہ دوڑیں، بلکہ تحقیق کریں اور صحیح العقیدہ علمائے حق سے مضبوط تعلق اور رابطہ قائم کریں، کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث اور پھر اجماع و فہم سلف صالحین کو مدنظر رکھیں، سچائی کا راستہ اختیار کریں، حق اور اہلِ حق کے لئے الولاء (والہانہ محبت اور پیار) اور باطل و اہلِ باطل کے لئے البراء (بغض اور براءت) کا راستہ اپنائیں تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ
انھی گذارشات پر آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔ و ما علینا إلا البلاغ
(۱۴/ جولائی ۲۰۱۰ء)